روداد قفس

یعنی

علامہ راشد الخیری مدظلہ

کی

بے نظیر اور پر درد نظموں کا مجموعہ

جس کو

محمد عبد الرازق الخیری

نے بماہ دسمبر ۱۹۲۲ء

[illegible] دہلی میں چھپوا کر شائع کی

بار ثانی، قیمت صرف ۶ آنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

(بچوں کو حفظ یاد کرنی چاہیئے)

حمد جناب باری ‏ رکھو زباں پہ جاری

باقی ہے بس وہی رب ‏ فانی ہے ماسوا سب

کافی ہے وہ اکیلا ‏ باقی ہے سب جھمیلا

وہ خالق جہاں ہے ‏ وہ رازق جہاں ہے

حاکم ہے بحر و بر کا ‏ مالک ہے خشک و تر کا

فرش زمیں اسی کا ‏ عرش بریں اسی کا

از ماہ تا بماہی ‏ ہے اس کی بادشاہی

شہنشہ جہاں ہے ‏ معبود انس و جاں ہے

حاکم ہے وہ جہاں کا ‏ مالک ہے این و آں کا

ہر جا ظہور اس کا ‏ ہر شے میں نور اس کا

ہر چیز میں نہاں ہے — ہر چیز میں عیاں ہے
سب سے قریب تر ہے — سب سے عجیب تر ہے
خورشید میں ... — پھر ذرے میں سمائے
کھائے پیئے نہ سوئے — بولے ہنسے نہ روئے
بے آنکھ سب کو دیکھے — بے کان سب کی سن لے
بے ہاتھ پاؤں سب کام — کرتا ہے وہ بہ آرام
مخلوق ہیں ... ی سے — تعریف اسکی لکھے
توصیف ایسی خدا کی — کیا لکھے مشت خاکی
... طلوع کا ... — چھوٹا سا منہ بڑی بات

ترتیب ... دعوتی میں ... حاضری کے بعد بطور عبادت کے
... نظم پڑھی ...

مامتا

ایک دن لڑتی ہوئی دو عورتیں — آئیں عادل شاہ کے دربار میں
ایک ننھے بچے پر تکرار تھی — دونوں اس معصوم کی تھیں مدعی
شاہ نے ہر چند سمجھایا انھیں — تلک قصہ پر وہ یہ یہی کہیں
پھر بھی لیکن یہ کہا ہر ایک نے — میرا بچہ ہے عنایت ہو مجھے
آخرش کچھ سوچ کر شہ نے کہا — ہم ابھی آتے ہیں تم ٹھیرو ذرا
کہکے یہ تشریف اندر لے گئے — اور اس بچہ کو بھی لیتے گئے
کوئی دس بارہ منٹ میں لوٹ کر — آکے بیٹھے بادشاہ پھر تخت پر
ایک خادم کی بغل میں ساتھ تھا — ایک صندوق آبنوسی خوشنما
شہ نے وہ صندوق رکھوا دیا — اور پھر کی عورتوں سے گفتگو

اب بھی گر دونوں ہی نے غم کیا — تو بڑا نقصان ہو گا دونوں کا
بند ہے وہ بچہ اس میں دیکھ لو — کس کا ہے تم دونوں میں سے سچ کہو
جس کا ہے لے لے وہی ایمان سے — ورنہ پھر کیا فائدہ نقصان سے
باوجود اس کے ہر ایک نے — میرا بچہ ہے مجھی کو دیجئے

زیر دربار ایک دریا بہتا تھا — بادشاہ نے خادموں سے یہ کہا
پھینک دو دریا میں اس صندوق کو — اور پھر ان دونوں کو بھی ڈال دو
پھینک کر صندوق شاہ کے حکم سے — آئے خادم عورتوں کے واسطے
ایک تو بس جیتے جی ہی مر گئی — ایک خود دریا میں فوراً جا پڑی
اور جا لپٹی اسی صندوق سے — تا کہ اوسکو ڈوبنے بہنے نہ دے
شاہ نے فوراً نکلوایا گر سے — اور یہ تاکید کی خدام سے
لاؤ اس بچہ کو فوراً سے ابھی — محل میں اس بچہ کی ماں ہے یہی
شاہ نے بچہ تو اسی کو دے دیا — اور اس میں یہ سنایا فیصلہ
مستحق بچہ کی ہے یہ نیک بخت — دوسری کو دس برس کی قید سخت
دے کے بچہ ایک کو رخصت کیا — دوسری کو قید میں ڈلوا دیا

تم نے دیکھا کیسی گودی دوڑ کر — مامتا کا ایسا ہوتا ہے اثر
جان کا اپنی نہیں بالکل خیال — لیکن اس بچہ کا تھا از بس ملال
ماں کے رشتہ سے بڑا رشتہ نہیں — ماں سے بڑھ کر چاہنے والا نہیں
جاگنا راتوں کو بچہ کیلئے — اور پھرانا گود میں لیکر اوسے
سب مزہ ہو پھیکا اگر بچہ کا جی — پھر نہ پوچھو اس کے دل کی بیکلی

اور بچہ دودھ پیتا ہو اگر — اور اس کے پیٹ میں ہو کچھ کسر
یا اگر ہو جائے بچہ کو زکام — تو اسے دنیا کی سب چیزیں حرام
کھانے میں پینے میں دن میں رات میں — جاگنے میں سونے میں ہر بات میں
الغرض ہر وقت ہے اسکو خیال — یہ نہ ہو تکلیف پائے میرا لال

حسن سیرت

ایک لڑکی کا ذرا کالا تھا رنگ — اور اسکے بھائی کا گورا تھا رنگ
کھیلتے تھے مل کے وہ دونوں بہم — کچھ نہیں تھا انکے دل کو رنج و غم
ایک دن انکو کہیں گھر میں پڑا — اتفاقاً ایک آئینہ ملا
دیکھی صورت اس میں دونوں نے جو ہیں — کھل کھلا کر ہنس پڑا لڑکا وہیں
اس کے ہنسنے کا سبب وہ پا گئی — اور اپنے دل میں شرمندہ ہوئی
آئی پھر روتی ہوئی وہ ماں کے پاس — اور یوں کہنے لگی ہو کے اداس
بھائی کو بلوائیے اماجان ابھی — کہدو آئینہ نہ دیکھیں وہ کبھی

ماں نے اسکی جو بہت تھی ہوشیار — پوچھ کر آنچل سے آنسو کرکے پیار
اسکی ٹھوڑی کو پکڑ کر یہ کہا — کون اس صورت کو کہتا ہے برا
خاصی اچھی شکل ہے اے میری جان — کچھ نہ کرنا اپنے دل میں اسکا دھیان
اور اگر ایسا ہی تمکو ہے خیال — اور صورت کی برائی کا ملال
کرو بیٹی ہمیشہ نیک کام — تاکہ ہو دونوں جہاں میں نیک نام
صورت اچھی گر نہیں تو شرم کیا — سیرت اچھی چاہیے اے باحیا

اور پھر بلوا کے لڑکے سے کہا — تم کو دعوے سے بہت کچھ حسن کا
کیوں ہنسے تھے بہن کی تم شکل پر — کیا برائی اس میں آئی تھی نظر

یہ جو صورت ہے تمہاری چاند سی — ہے انھیں باتوں سے کچھ گھمنڈ سی
گر کسی کی شکل ہو سچ مچ بری — تو بھی اس میں کیا خطا اس شخص کی
اور جسکو اچھی صورت دے خدا — اس کو بھی کچھ حق نہیں ہے فخر کا
ہاں مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے — اپنی صورت کو بنائے آپ سے
شرم بھی جائز ہے بیشک فخر بھی — یہ نہیں ممکن مگر بیٹیا کبھی -
کام اچھے کرکے تم اے میرے چاند — اپنی صورت کو لگاؤ چار چاند

بچپن کی یاد

ایک سہیلی کا خط پڑھ کر

بچپن کی کھیلی صادقہ — میری سہیلی صادقہ
پیاری سہیلی صادقہ — خط کا تمہارے شکریہ
مدت کے بچھڑے مل گئے — برسوں کے روٹھے من گئے
سب لفظ دل میں گڑ گئے — چوما اسے آنکھوں پر رکھا
میں دور تھی مجبور تھی — رنجوں میں چکنا چور تھی
ورنہ بگڑتیں لاکھ تم — میں آپ ہی بیتی سنا
کنواری سے بیاہی ہوگئیں — ضدن سے دلہن ہوگئیں
بھولے ہوئے یاد آ گئے — شادی سے اتنا تو ہوا
بچپن گیا گذرا ہوا — تھی چار دن کی چاندنی
وہ رات آخر ہو چکی — اب سر پہ سورج آگیا
تاروں بھری راتیں گئیں — ہاتھوں بھری گڑیاں چھٹیں

دن کھیل کے رخصت ہوئے — اب وقت ہے کچھ کام کا
پیپل کی چھاؤں یاد ہے — دن بھر ہوتا تھا جہاں
مدت ہوئی دیکھا نہیں — واں گھونسلا تھا چیل کا
اماں کا غصہ اور ہیں — خالہ کی خفگی اور تم
کیا وقت تھا کیا بات تھی — مطلق اثر ہوتا نہ تھا
چھوٹے کھنڈر میں لیٹنا — مٹی میں دہم دہم کونا
وہ لوٹنا اور پوٹنا — اور آگے پیچھے دوڑنا
پھر چھائیں مائیں کھیلنا — کوڑی ذقن میں بھاگنا
کیا سماں رخصت ہوا — کچھ دھیان بھی ہے بھاوقہ
گارے کے گھر مٹی کے دور — بیٹھے ہوئے تھے جن پہ ہم
اب پھر نہ آویں گے نظر — جو کچھ وہ دیکھا خواب تھا
گر عید آتی تھی کبھی — ہوتی تھی دل کو کیا خوشی
جھم جھم کی ہوں گی چوڑیاں — اس دھن میں راتوں جاگنا
کیا فائدہ اس ذکر سے — لگتی ہے دل پر چوٹ سی
وہ سیر آخر ہو گئی — اب راگ ہے بیوقت کا
بے فکر ہوتی تھی بسر — غم کا نہ تھا دل پر گذر
رخصت ہوا بچپن مگر — یہ پھل ہمیں دینا گیا
جھک جھک میں دن سارے کٹے — رین رین میں گذرے رات سب
رنج والم سر پر رہیں — ہردم ہو غم کا سامنا
اب ختم ہوتا ہے یہ خط — پھولو پھلو سکھ سے رہو
ملیں بڑھیں گودی بھرو — بیٹا ہو پیدا چاند سا

جھولے کا گانا یاد ہے سچ مچ ہی وہ دن آ گئے
جا پہنچیں پیاری صادقہ لینے کو ساجن آ گئے

بیٹیوں کی فریاد

بیٹی والیوں وقت کو جاتے دیر نہیں لگتی یہ ہی چار چار پانچ پانچ برس کی مینائیں جو آج باتیں ملکاتی پھرتی ہیں ان کی پالکیاں آن لگیں اٹھوائیں سوار کراؤ سلونو یہ کیا لکھ رہی ہیں اور سوچو کہ سچ ہے یا غلط ۔

کچھ عرض کرنے ماؤں سے ۔ آئی ہیں یہ دکھیاریاں
صورت سے ظاہر بیکسی ۔ چہرے سے حسرت ہے عیاں
جس حال میں رکھا رہے ۔ ہمنے نہ کی زنہار اُف
رکھی ہو آدھی بات گر ۔ منہ پر نہ کٹ جائے زباں
جو آ گیا وہ لے لیا ۔ جو دے دیا وہ کھا لیا
جب نیند آئی پڑ رہے ۔ ہمنے جگہ پائی جہاں
شرم و حیا عادت رہی ۔ صبر و رضا شیوہ رہا
مدت تک کے چیلے ہو گئے ۔ بیوجہ کہائیں گھرکیاں
گو بھائیوں کے ہاتھ سے پٹتے رہے کٹتے رہے
اتنی نہ تھی ہمت مگر ۔ کرتے کبھی تم سے بیاں
اب ظلم کی حد ہو چکی ۔ انساں ہیں آخر کو ہم
گو منہ سے ہم خاموش ہیں ۔ دل سے نکلتا ہے دھواں
کنبہ کی [illegible]شت ہمنے کی ۔ گھر بھر کی خدمت ہمنے کی
تم چین سے سوتیں اور ہم ۔ بھیّوں کو دیتے لوریاں
بیٹے مبارک ہوں تمہیں ۔ مہماں کو رخصت کرو

وہ وقت آخر ہو چکا اب ہم کہاں اور تم کہاں

اب ہم کو دنیا ہے نئی - دانا نیا پانی نیا
جانا ہے ایسے دیس میں - پردیس سے جو ہے سوا
چلنا ہزاروں کوس ہے - رستہ کٹھن منزل کڑی
چاروں طرف سنسان ہے اور سر پہ بادل چھا گیا
بستی بسانی ہے وہ جس کو آج تک دیکھا نہیں
سب بسنے والے غیر جن کے اجنبی چھوٹا بڑا
دم بھر میں طعنوں سے کریں - چھلنی کلیجہ کو دکر
پتھر سے بدتر جن کے دل ان سے ہمیں پالا پڑا
کھٹکیں نہ پھانسیں ساس کی - ہنس ہنس کے باتیں ہم سنیں
اکر بڑوں کی لاج کا ٹھیرا ہے اس پر فیصلہ
فاقوں پہ فاقے ہوں اگر - رہنے کو چھپر ہو نہ در
ہو تنگدستی مفلسی - آئے نہ منہ پر کچھ گلا
جو ظلم ہو سہہ لیں اسے جو آ پڑے جھیلیں ادسے
جب مٹ کے ہم ہوں خاک تب - تم کو بنائیں کیمیا
شاباش کیا انصاف ہے - صد آفریں کیا داد ہے
اسپر بھی بیٹی بیاہی کو - داخل پڑوسن ہی کہا

غیروں کے جائے ہم - اب گھر پرائے اور ہم
ننھی سی جان دکھ سینکڑوں - سودا ہزار اور ایک سر

سکھ چین کے دن ہو چکے ۔ بیکر نیند یں سو چکے
دن عیش کا شام ہو گیا ۔ آنے لگے تارے نظر
نکلا ولیکن بیوفا ۔ میکا فقط تھی ایک سرا
آخر جرس بجنے لگا ۔ اور آ گیا وقت سفر
شفقت بھری باتیں کہاں ؟ وہ دن کہاں راتیں کہاں
ماں باپ کا گھر خوب تھا ۔ جو آ گیا اول نظر
آ پوچھی در پر پالکی ۔ محنت ہے چودہ سال کی
مکر گلے رخصت کرو ۔ بیٹی ہے دو پہر
وہ میٹھے چاول ہو گئی باتیں ہیں سب ال نر ہی
فریاد ہے دل میں بڑی ۔ آتی نہیں لب پر مگر

چراغ سحری

نہایت بدنصیب ہیں وہ لڑکیاں جو ماں باپ جیسی چیز کی قدر نہیں کرتیں ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اگر یہ ناموس دنیا سے اٹھ گئے تو وہ دنیا میں مشکل سے خوش رہیں گی رہا قیامت کا فیصلہ وہ الگ ہے ۔

ماں باپ جیسی نعمت ۔ دولت ہے یہ غنیمت
چند روز قدم تم ان کے مہمان ہیں چند دن کے
نے دو بلائیں انکی یعنی لو دعائیں انکی
خیریں مناؤ ان کی بلیں بر صدا ان کی
دروازۂ دعا ہیں ۔ محبوب کبریا ہیں
بے کر دیے رہا ہیں سو جان فدا ہیں
آنکھیں بچھانیوالے ۔ دولت لٹانیوالے
انسان بنانیوالے ۔ عزت بڑھانیوالے

ہو حد دسترتمہیں گر بن جائے انکی جان پر — کھانا انھیں مصیبت سونا انھیں قیامت

عاشق ہیں اور سچے - ہیں دوست اچھے — ان سے رفیق زیادہ بس نام ہے خدا کا

ہو کیسے ہی تونگر - تاج شہی میسر — یا مفلسوں سے بدتر رہتے ہوں گو جھونپڑ میں

ہو کیسے ہی امیری - کتنی ہی ہو فقیری — بڈھے ہو یا جوان ہو تم انکو کھیل ہو

انکو تمھاری صورت - سچ مچ ہے ایک نعمت — بھوکے نہیں تمہارے - ہیں مامتا کے مارے

طاقت پہ بھولنا مت - وہ وقت بھولنا مت — کچھ زور تھا نہ طاقت - تھی گود ماں کی جنت

زیر دل سے شیر ہو کر ایسے تم دلیر ہو کر — غرا کے اینٹہ آؤ - باتیں انہیں سناؤ

دشمن بناؤ ان کو - جھوٹا بتاؤ ان کو — فقرے سناؤ انکو - آنکھیں دکھاؤ انکو

صورت سے ہو انکی نفرت - باتوں سے انکی وحشت — بے عقل انکو سمجھو - مرنے کے منتظر ہو

سب مال و زر لٹا کر - خون جگر پلا کر — جو بیج تھا لگایا - اب اس سے پھل یہ پایا

حسرت نصیب ہیں یہ کیا بد نصیب ہیں یہ — افسوس انکی محنت ساری گئی - اکارت

میٹھی زباں سے بولو - دل انکے ہاتھ میں لو — کچھ دن کی بات ہے یہ - یوں سمجھو ساتھ ہے یہ

گاڑے صبح نے جھنڈے

اور یہ چراغ ٹھنڈے

ما کا پیام

علامہ محترم کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں شعبانہ سے اسکا بچہ احسن بچھڑ گیا۔ مامتا کی ماری ماں چاروں طرف ڈھونڈتی پھرتی تھی ایک موقعہ پر شعبانہ احسن کو یہ پیام بھیج رہی ہے

اس دل کی نگری سے گیا جو گن - گھر بار چھٹا تیرے کارن

نیناں ترسیں دکھلا درشن چھتیاں لگ جا آجا احسن

دن رات ہوئے ، عمریں بیتیں ۔ کھل کھلا کر پھولیں کلیاں

پر دل کی کلی میری نہ کھلی ۔ جنگل دیکھے ۔ ڈھونڈی گلیاں

چلتی ہے ہوا پھولوں میں بسی ۔ کہساریں جب دن ہوتا ہے

آتی نہیں بو تیری لیکن ۔ دل خون کے آنسو روتا ہے

بچوں سے چھپا دن بھر کا فلک جب گود میں تارے لیتا ہے

اس وقت دل مجروح میرا اندر سے صدا یوں دیتا ہے

کہہ دیجو آتا باد صبا ! احسن کی طرف ہو کر جاتا

چھٹتیں لگ جا یوں ہی احسن ، ماکیسی لونڈی شعبانہ

اسلم کا خط شوہر کے نام

بیس پچیس برس کا ذکر ہے حکیموں کے محلہ سے اکبر آباد میں ایک برات رخصت ہوئی ۔ یہ شادی دیکھنے میں تو معمولی تھی مگر اس لئے کہ نکاح سے قبل دولہا دلہن نے ایک دوسرے کی صورت دیکھ لی ۔ مدتوں بچہ بچہ کی زباں پر چرچا رہا سیکڑوں گھروں میں جہاں رسوم کی پابندی خدا کے حکم سے بھی زیادہ ہے اس کی ہنسی اوڑی اور ہزاروں لوگ جو اسلام کے احکام کی زیادہ وقعت نہیں کرتے اس پر لعن طعن کرتے رہے ۔ اعتراض کرنے والے کہتے تھے کہ جب نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی مسلمان لڑکیوں کو غیر مردوں کے سامنے کرنے لگے تو اب اس قوم کا خدا ہی حافظ ہے ۔ دلہن کے

باپ کا بیان تھا کہ اسلام کا حکم صاف ہے اور جب تک دونوں کی رضامندی نہ ہو نکاح نہ کرو۔ بہر حال اسلم جو اس برات کی دلہن تھی اپنے شوہر کے گھر پہونچ گئی۔ چار پانچ سال تک میاں بیوی نے نہایت اچھی زندگی بسر کی۔ محبت جو شادی کا اصلی مقصد ہے حاصل تھا اور دونوں باوجود مفلسی کے اپنے حال میں خوش تھے۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ چونکہ معقول نہ تھا اس لئے جو کچھ زیور برتن وغیرہ اسلم کے میکے سے ملے کام آئے۔ مگر جب سب ٹھکانے لگ گیا اور نوبت زیادہ تنگی کی آئی تو مجبوراً شوہر معاش کی تلاش میں باہر نکلے۔ ریاست حیدرآباد کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ باپ دادا کے حقوق کام آئے اور ڈیڑھ سو روپیہ کی ملازمت مل گئی دو تین مہینہ تک یہ سلسلہ قائم رہا کہ سو روپیہ مہینہ بیوی کے خرچ کا آتا رہا۔ مگر اس کے بعد رفتہ رفتہ بالکل ہی بند ہو گیا۔ اور اسلم کی جگہ ایک دوسری عورت گھر کی مالک بن گئی۔ تعدد ازدواج یعنی مردوں کے نکاحوں پر اعتراض خود اسلام پر اعتراض کرنا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس اجازت کا ایسا ناجائز فائدہ اٹھایا کہ گویا اسلام کو اپنے ہاتھ سے کند چھری پھیر کر ذبح کر دیا یہی وجہ ہے کہ آج دوسرے ہم پر منھ آتے ہیں اور ہمارے پاک مذہب کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ یہ شوہر وار بیوہ اسلم پانچ چھ بچوں کی ماں تھی اگر اکیلا دم ہوتا تو جہاں بیٹھ جاتی اس کے دم کو روٹی کی کمی نہ تھی خود اسکا اپنا چچا زاد بھائی نائب تحصیلدار موجود

تھا مگر اس دہاڑے کو لیکر کس کے گھر بیٹھتی جس طرح ہوا
محنت مزدوری کی اور پیٹ پالا ۔ بچے بڑے ہوئے تو دنیا کی
تمام امیدیں انکے ساتھ تھیں ان میں سے بھی دو اکرم
اور سلمہ دغا دے گئے ۔ مصیبت کے پہاڑوں نے جب
اسلم کی زندگی برباد کر دی تو ایک روز آدھی رات کے وقت
اس نے اپنے شوہر کو ایک خط لکھا جس کی نقل ہمارے ہاتھ
آگئی اور ہم اسکو کچھ اس غرض سے نہیں درج کرتے کہ اس
میں شاعری کا کمال ہے بلکہ ایک بدنصیب لڑکی کے جذبات
اور اس کی حالت زار کی تصویر ہے ۔

خط

گلدستۂ نور قمر ۔ حاصل ہو خوشیاں پیٹ بھر
بے سود ہو یا بے اثر ۔ کچھ عرض کرنا ہے مگر
ہے التجا مظلوم کی ۔ فریاد ہے معصوم کی
عزت بڑے ہے سرکار کی ۔ بیلیں چڑھیں پروار کی
اقبال کی گنگا بہے : کھیتی پھلی پھولی رہے
دولت کی جھڑیاں راتدن ۔ خوشیوں کی گھڑیاں راتدن
کچھ دھیان ہے کیا وقت تھا جب تم اور ہم تھے ایکجا
ہے یاد کیا اقرار تھا ۔ شادی کا جب رتعہ دیا
اللہ وہ باتیں کہاں ۔ وہ دن کہاں راتیں کہاں
اب ہم پہ وہ وقت آگیا ۔ دشمن نہ دیکھے اے خدا

عزت پہ ذلت چھاگئی ۔ راحت پہ آفت آگئی
دل مرگیا جان گھل گئی ۔ تم کیا گئے دنیا گئی

زیور کے بدلے لیتڑے ۔ کپڑوں کے بدلے چیتھڑے
پتھر سر ہانے دھر لئے ۔ فاقوں پہ فاقے کر لئے

دم خون کے سے پی لئے ۔ ذہبی کے کرتے سی لئے
بد شکل ہوں یکھن کھائی ہوں ۔ پنچوں کی لائی آئی ہوں

تاکیں رگو کر لائے تھے ۔ پونچا پکڑ کر لائے تھے
کچھ شرم رکھنے ہاتھ کی کچھ لاج رکھے بات کی

بے شرع کچھ شادی نہ تھی ۔ کیا شکل دکھلادی نہ تھی
اچھی پری جیسی بھی تھی ۔ کالی سیہ کیسی بھی تھی

دم دم کے پھر پھیرے تھے کیوں ۔ ابا کو سب گھیرے کیوں
اسوقت تھے ہیرے جڑے ہیں آج کیا کیڑے پڑے

ایک زندگی برباد کر ۔ ایک شاد دل ناشاد کر
معصوم بچے چھوڑ کر ۔ برسوں کا رشتہ توڑ کر

ہے خاک گر جنت ملی ۔ آفت ہے گر راحت ملی
ہو شقی اور پارسا ایمان سے کہنا ذرا

خدمت میں گر کا ہو کمی ۔ طاعت سے گھبرایا ہو جی
سر پہ گھٹا کالی بھنور ۔ بچے جلے ہیں رات بھر

چلوں سے اٹھے ہاتھ جل ۔ تیوری پہ پڑ آیا نہ بل
گو باپ کا سایہ نہ تھا ۔ پھر بھی جہیز اتنا تو تھا

ہوتا دہی اب پاس اگر ۔ پھرتی نہ ماری در بدر

دوسو کی عشتی دہ ڈالا ۔ بھرتا تھا جس سے سب گلا
بٹنے کو جاکر تم نے دی ۔ اور میں سنے دیکھو اُف نہ کی
احسان نہیں یہ فرض تھا ۔ شکر خدا پورا ہوا
سرتاج ہو مولا ہو تم مختار ہو آقا ہو تم
بچوں کا بچپن تم سے ہے اسلم سہاگن تم سے ہے
گوندلیتی بیٹیاں رتی کی ہوں اکھہ بیٹیاں
کرتے بسیری سنگے ہوں ۔ شلوار جھیری اسکے ہوں
فاقے میں ہو انکی بسر ۔ رہنے کو تبنگی ہو در در
سر پر دوپٹا ہو پھٹا ۔ لیکن یہ تصویر دغا
مانا کہ اب محتاج ہیں لیکن بڑوں کی لاج ہیں
گھل گھل کے دیدیں جان یہ ۔ ہوں لاج پر قربان یہ
کبنہ کی عزت انسے ہے ۔ دنیا عبارت ان سے ہے
ساتھی بنا کر چھوڑنا ۔ دکھے ہوئے دل توڑنا
گھونگٹ کے وعدے بھولنا ۔ الفت کی آنکھیں پھیرنا
ہے کس کے مذہب میں روا ۔ کمزور کو مارا تو کیا
بکواس تھی جو کچھ لکھا اب کیا بھرا گھر بھلا
جس سے خزاں جانے کو تھی ۔ جس میں بہار آنے کو تھی
اس دل کی کیاری لٹ گئی ۔ جو آس تھی وہ چھٹ گئی
پھولا پھلا گلشن لٹا ۔ اکرم ساجب کرتہ‌ ل اوٹھا
سلمہ سی مینا مرگئی ۔ جیا اجیرن کر گئی
اب دور وچہ اور دو نفس ۔ الدلبس باقی ہوس

لوری

یہاں تارے چمکتے ہیں ۔ ہوا یہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہے
کلیجے سے میں لپٹا لوں میرے لخت جگر سو جا
جگاؤنگی سلاؤنگی ۔ کھلاؤں گی پلاؤنگی
میرا بچہ بڑا ہوگا ۔ میرے نور نظر سو جا
امنگیں تجھ میں پنہاں ہیں ۔ امیدیں تیرے دم سے ہیں
نہ رو اتنا میرے بیرن گئے ہیں دو پہر سو جا
میں صدقے اپنے بچے کے میں قرباں لال کے اپنے
بس اب میں تھک گئی ساجن تو مجھ سے ضد نہ کر سو جا
پھلے پھولے میرا لال ۔ دولھن لاؤں میں چندا سی
مچل اتنا نہ اے دولھا ۔ میرے رشک قمر سو جا
ہزاری عمر ہو تیری ۔ تیرا ہو فیض عام ایسا
کہ ہوں مداح دشمن دوست ۔ ہر فرد بشر سو جا
نمونہ باپ کا ہو تو ۔ تو سچا ہو تو اچھا ہو
میری کشتی کے کھیوا ۔ میرے سر بدلے کا سر سو جا
تیری جوگن ہوں اچھے ہوں کہ یہ دنیائے فانی ہے
کٹھن ہے سامنے منزل سفر ہے پُر خطر سو جا
بہت سی سنٹیاں جھیلیں ہزاروں دکھ اٹھائے ہیں
بہت سے دن گنو لئے ہیں بس اب ضد نہ کر سو جا
کری قرباں ہیں راتیں سُنی ہیں جب یہ دو باتیں

رہیں یہ پھول سی باتیں ۔ میرے شیر ببر سو جا
یہ رونا اور ہنسنا کچھ رہے گا یاد بھی بھائی
یہ کیسی مسکراہٹ ہے جو آئی ہونٹ پر سو جا
ضعیفی کا گزارا تو ۔ بڑھاپے کا سہارا تو
بھلائی کا نظارہ تو برائی کی سپر سو جا
سہانا وقت ہے آئی صدا اللہ اکبر کی
وضو کرنے دے اب بھائی میرے نور نظر سو جا

بہن کا خط بھائی کے نام

یہ ایک بڑی بہن کا خط چھوٹے بھائی کے نام ہے جو اس کو مری ہوئی بہن کے بچوں کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

اما کی جان نور نظر ابا کے سر پہ دے کا سر
کشتی کا گھر کی ناخدا ۔ جیتا رہے بیرن قمر
گر باغ کا مالی ہے تو رانڈوں کا بھی والی ہے تو
گلشن کو دے پانی ادھر ۔ بچوں کا دل رکھ لے ادھر
آپا خدا بخشے انہیں ۔ کس کس طرح تجھ کو بھرا
جھومر دیا ۔ چھالے دیے ۔ مانگا نہ ترکہ عمر بھر
اب یہ بھی ہے شان خدا ۔ معصوم بچے ان کے دو
ماں باپ کا سایہ نہ ہو ۔ ماریں پھریں وہ در بدر
ہے آج دن یہ عید کا میرے بلائے آئے تھے
میں کیا لکھوں ہائے قمر ۔ دل کٹ گیا ہے دیکھ کر

ماں باپ کے یہ لاڈلے عبرت کی ایک تصویر تھے
پاؤں میں جوتی تک نہ تھی گرتے ۔ بلبیری سربسر

میں کیا کروں مجبور ہوں ہائے پرائے بس میں ہوں
ہے مرحلہ سسرال کا اور ساس نندوں کا اثر

میں میکے کے دوارے آئی ہوں معصوم بچے لائی ہوں
آپا کے بچے جان کر ۔ بچوں کا صدقہ دان کر

حاکم ہے تو محکوم یہ آقا ہے تو مظلوم یہ
ترکہ نہ دے ورثہ نہ دے ۔ یہ بھانجے ہیں رحم کر

دلہن کو نصیحت

یعنی

ایک سہیلی کا خط اس سہیلی کو جو ماموں کے ہاں بیاہی جاتی ہے

بچوں سے پیاری آمنہ میری دلاری آمنہ
بچپن کی کھیلی آمنہ میری سہیلی آمنہ

سر پر کھڑی تھی جو گھڑی کھٹکا تھا جس کا آمنہ
جس دن کا کھٹکا تھا آج اس کا سامنا

سسرال کی الفت ٹھیک ہے ۔ مانا ممانی نیک ہیں
سسرال میکے سے بھلی اور گھر بھی دونوں ایک ہیں

سنگی بھی ہیں ساتھی بھی ہیں بھوپی ہیں خالہ بھی ہیں
پردیس بہتر دیس سے تیا بھی ہے پانی بھی ہے
ہے لاکھ خوشنما منزل لیکن ہے کڑی
اس دل سے پوچھو درد یہ جس پر کہ ہوا کر پڑی
پالا ہے ایسوں سے پڑا تعلیم سے جو دور ہیں
تہذیب سے نا آشنا۔ نخوت میں چکنا چور ہیں
طعنے بھی ہیں کوسنے بھی ہیں۔ نندیں بھی ہیں ساسیں بھی ہیں
خاطر مدارا بھی ہیں چبھتی ہوئی پھانسیں بھی ہیں
نازو نعم کی پالیاں۔ جھومر جھلیاں والیاں
جگ پیاریاں پی پیاریاں ہیں سب یہ دکھی لالیاں
یہ تپ کے ہیں کندن بنی دکھ سہہ کے راحت پائی ہے
آفت سے راحت ہے ملی ذلت سے عزت پائی ہے
اب اگلی باتیں بھول جا برسوں کے رشتے توڑ دے
سیتے کو باہر پھینک دے اور ضد ہٹیلی چھوڑ دے
ہیں چند دن کی سختیاں تھوڑی سی مارا مارے
ہے رام کرنا ایک کا بس پھر یہ بیڑا پار ہے

التجائے قیصر

اس دردانگیز نظم کے واقعات اسطرح ہیں کہ جب قیصر کے شوہر نے
دوسرا نکاح کر پہلی بیوی قیصر پہ طرح طرح کے ظلم توڑے تو اگلی
دوسری بیوی قیصر کی سوکن نے سوکن یعنی قیصر کے ایک بچہ کو زہر

دے کر مار ڈالا پولس سے تفتیش کی احمد نے ثابت کیا کہ بچہ قیصر کا
نہیں دوسری بیوی کا تھا اور زہر قیصر نے دیا جب قیصر اس جرم کی
سزا بھگت رہی تھی اسکا ایک اور بچہ دنیا سے رخصت ہوا رہا ہو کر
آئی تو محبت روی تھی اسی حالت میں چھوٹا بچہ نصرت جسکو باپ نے
بے خطا محض سوتیلی ماں کی شکایت پر مارا تھا مر گیا یہ بچہ بے گور و کفن
گھر میں پڑا ہے اور آج یتیم احمد کے ہاں دوسری بیوی کے لڑکے
اکرم کی چھٹی ہے قیصر اسی حالت میں گرتی پڑتی احمد کے در پر صدا
دے رہی ہے کہ زچہ اور بچہ کا صدقہ نصرت کو اٹھوا دو شوہر کے
پاس سے لوٹ کر مردہ بچہ کو لیتے ہی قیصر بھی ختم ہوئی۔

ہو خضر کی عمر احمد کو عطا بشاش رہے دل شاد رہے
اس چندر کی جوت اتر دکھن یہ تیری سمے آباد رہے

ــــــــــ

اکرم سے بڑوں کا نام چلے اس لال سے لاکھ بسیں کھیڑے
سنسار میں دھوم اس لال کی ہو اقبال کے ہوں در پر ڈیرے

ــــــــــ

بیگم سے بڑھیں بیلیں تیری سکھ چین کی ہوں ہر دم گھڑیاں
دن رات سماں یہ عیش کا ہو دولت کی پڑیں تجھ پر جھڑیاں

ــــــــــ

مکھڑے کی تیرے شیدا لونڈی قدموں کی تیرے بھوکی قیصر
اب تیرے دوارے آئی ہے تجھ رحم کی اس پر ہو دے نظر

ــــــــــ

حقدار نہیں بھکیاری ہوں | سنتی ہے میری کچھ زور نہیں
بپتا کے ہیں وو اپنجھر میرے | کچھ جھوٹ نہیں غل شور نہیں

تنگی بھی رہی فاقے بھی کئے | سب درد سہے بپتا بھگتی
چادر نہ ملی پنکھا نہ جڑا | سب بیت گئے جاڑا گرمی

فاقوں پہ پڑیں فاقے پیہم | ایک دانہ صبح شام نہ ہو
عرفاں کے دانت سے دانت بجیں | گھر بھر میں روٹی کا نام نہ ہو

شربت کو ترستی اکرامی | اس گود میں ماکی دم توڑے
صورت کو پھڑکتا عرفانی | ماقید میں ہو دنیا چھوڑے

ماباپ کی مجھ سے لاج گئی | پردہ لوٹا وہ آن گئی
آئی نہ زبان پہ اف لیکن | بیچ کھ احمد قربان گئی

اے ہاتھ اٹھا کر یا کر تو | دے آج تصدق اکرم کا
کچھ نیگ نہیں کچھ جوگ نہیں | بس صدقہ اترن بیگم کا

ہو یاد اگر نصرت پیارا | بیدردی سے تھا جسکو مارا
بے گور و کفن ہے گھر میں پڑا | کیا درد بھرا ہے نظارہ

کیا کیا نہ ستم توڑے میں نے کیا کیا نہ غضب اور قہر کیا
سادات کی لاج گنوا کے چلی ایک لال کو اپنے زہر دیا

دنیا میں نہ تھا حامی کوئی شاہد ہے پر ایک قدرت والا
اندھیارے کا دیکھیں ہار اوہ نینن والا عزت والا

دربار بڑا سرکار بڑی بیکس کی حمایت لے گا وہ
جن آنکھوں سے دیکھا حرف بحرف قیصر کی شہادت دے گا وہ

جانے دو چلو سب ٹھیک سہی اس صبح کی آخر شام تو ہے
قیصر کے کلیجے کا ٹکڑا کہنے کو تمہارا نام تو ہے

ہے نام کی لاج ابھی باقی کھیٹری ہوں فقط اتنے کا رن
عزت پہ لگے گا دھبہ یہ گر اسکو ملا غیروں کا کفن

وہ جان کی قسمیں لاکھوں ہی وہ قول و قرار امید و اثر
بچپن کی کتھا گر ذہن میں ہو گھونگھٹ کے وعدے ہوں یاد اگر

ان سب کے حوالے دیتی ہوں تو اتنی بنتا سن لے میری
اٹھوا دے میرا بچہ احمد! لونڈی تیری چیری تیری

لونڈی کا یتیم بچہ نصرت — معصوم کا مردہ ہے احمد!
بیدردوں سے پٹا ہاتھوں سے کٹا — مظلوم کا مردہ ہے احمد!

قیصر کی صدا بیکار رہی — اچھا! رخصت حافظ ہے خدا
کہلاتی تھی بیوی جیسی بھی تھی — کر معاف میری اب ساری خطا

تو دونوں جہاں میں شاد رہے — جاتی ہوں میں اب دل صاف کیا
جو تو نے کیا وہ خوب کیا — آباد رہے سب معاف کیا

اک جلوۂ فانی تھا احمد — بہتر نہ رہی بدتر نہ رہی
وہ دن نہ رہے راتیں نہ رہیں — بچے نہ رہے قیصر نہ رہی

صدائے راشد

میں شعر لکھنے کا مدعی نہیں ہوں - یہ میرے خیالات اتفاق سے اس نظم کی شکل میں ڈھل گئے ہیں - کوئی صاحب مہربانی فرما کر انہیں شاعری کی کسوٹی پر نہ پرکھیں۔

برسات کی یہ رات اور پچھلا پہر پر گھٹا ہو
ہے کس قیامت کا اندھیرا ہر طرف چھایا ہوا
ٹھنڈی ہوا برسات کی ۔ اور سائیں سائیں رات کی
قانون قدرت کا ہے ہر بستی پہ جادو چل رہا (
اس عالم سنسان میں جھونکے ہوا کے کان میں۔

انگنائی میں دالان میں لاتے ہیں یہ کیسی صدا
ڈوبی ہوئی ہے درد میں لگتی ہے دل پر چوٹ سی
ہر لفظ دل کے پار ہے چبھتا ہوا گھٹتا ہوا
ہو درد کا گر کچھ اثر۔ راحت بھی دے فرصت اگر
سن لو ذرا تو کان دھر کیا بات ہے کیا ماجرا
ڈھولک نہیں کہرام ہے۔ نغمہ نہیں پیغام ہے
دھوکا نہیں اسلام ہے از ابتدا تا انتہا
قرآن کے الفاظ میں۔ حکم نبی کے راز میں
راشد کی اس آواز میں، دیکھو تو کیا کیا ہے چھپا
دنیا کی سیریں اس میں۔ دریا کی لہریں اس میں ہیں
عقبیٰ کی نہریں اس میں ہیں چشم تامل ہو ذرا
ہیں یہ وہ لعل بے بہا جن سے قمر بھی کم نہیں
وہ پھول ہیں اسلام کے جن کو خزاں کا غم نہیں
شرم و حیا کی دیویوں! مہر و وفا کی پتلیوں
اے معدن صدق و صفا خوشیوں کی ابتدا انتہا
زندگیوں کی راحت تم سے ہے مردوں کی عزت تم سے ہے
بچوں کی ہر کیفیت تم سے ہے جن کو جوان تم نے کیا
بیکس کو طاقت تم نے دی مفلس کو دولت تم نے دی
لاریب ہستی میں تمہاری راز جنت ہے چھپا
غمخواریاں مظلوم کی، دلداریاں معصوم کی
جن کا کوئی حامی نہ تھا۔ ان کی ہوئیں تم آسرا

غربت میں صابر تم رہیں آفت میں شاکر تم رہیں
پاؤں میں جوتی ہو نہ ہو، سر پر دوپٹا ہو پھٹا
صدموں کے پاپڑ بیل کر۔ رنجوں کی کڑیاں جھیل کر
ہر حال میں راضی رہیں۔ آیا نہ لب پر کچھ گلا
شوہر کی طاعت تم نے کی بچوں کی خدمت تم نے کی
عصمت کی وقعت تم نے کی، پردہ سر آنکھوں پر رکھا
کھنڈلوں کو جنت جان کر، کونوں کو رحمت مان کر
اسلام کے احکام کو لاریب پورا کر دیا
الحق کہ اب اسلام کی باقی حمیت تم سے ہے!
لاریب وصدقنا کہ اب دنیا کی زینت تم سے ہے!
ہشیار مسلم بیبیو! آنکھیں ذرا اونچی کرو!
مغرب سے دیکھو جھوم کر اٹھی ہے یہ کیسی گھٹا
جنگل میں منگل کر دیا، سبزے میں جل تھل کر دیئے
اٹکھیلیاں کرتی ہوئی بھرتی ہے فراٹے ہوا
کتنا موثر ہے سماں۔ کیا سہانا وقت ہے
زندوں کو مالا مال کر مردوں کو زندہ کر دیا
جدت کی لذت اس میں ہے رنگ حکومت اس میں ہے،
لطف و مسرت اس میں ہے۔ ہے آمیں جینے کا مزا
پھینکو پرانے لیتھڑے، چھوڑو لکیری چیتھڑے
گاؤں بھی ہو اور بوٹ بھی ہے وقت کا یہ اقتضا
بچوں کو گھر میں چھوڑ کر۔ شوہر کی دوسی توڑ کر

کھیلوں میں جاؤ دوڑ کر یہ وقت ہے کچھ کام کا
دھوکے کی ٹٹی ہاتھ میں، مذہب کے نعرے ساتھ میں
لفظ شرع ہر بات میں ہاں مگر ہے لب اسلام کا
انجمن کے دورے اور جلسے، نہی النساء کا وقت تھا
چولھے میں اب برقعے رکھو، پردہ کو دو لو کا لگا
وہ دور اول اور تھا، اب رنگ دنیا اور ہے
وہ صحبتیں برہم ہوئیں، اب یہ تماشا اور ہے
ان جوہروں سے خوب جب ہو جاؤ مالا مال تم
شہرت سے تاج زندگی جس وقت اٹھے جگمگا
بارہ مہینے تیس دن بیمار جب رہنے لگو
اور زندگی اس پر رہے پہلے دوا پیچھے غذا
جب گھٹتے گھٹتے رات دن جی گھر میں گھبرانے لگے
اور عورت خاموش تب مشغل کا دے پتا
شوہر کی طاعت عار ہو، بچوں کی الفت خار ہو
نخوت گلے کا ہار ہو، ہمراز ہمدم آئینہ
سرمہ بلائے جان ہو، جھاڑو سے کسر شان ہو
مرغوب شاہ دوسرا مرد، وہ رنگ حنا
مشق شرانہ، ور ربح جس وقت سمجھو ظلم ہے
وقتی ضرورت کا سبب جب ہو خدائی فیصلہ
پردہ کا بدلے رقت جب تصریح و تشریح اس طرح
ہے دیکھ لینا مرد کو عورت کو ایک فعل روا

جوہر (زیور تعلیم و حسن اخلاق)

مہر و وفا کی جا بیاں شرم و حیا کھونے لگیں
او بیبیاں ستونتیاں ، کلونتیاں ہونے لگیں
زندہ رہیں اسوقت جو افراد باقی قوم کے
چھوٹا سا یہ پیغام ہے ، للہ پہنچا دیں ذرا
مہر و وفا کی جائیو ! صدق و صفا کی ماتیو !
اے مرحبا صد آفریں ! مسلم خواتین جو ذرا
مردوں کی عزت کھو کھوا ، شرموں کے دیدے دھو دھلا
جو کچھ بھرم تھا قوم کا ، اب وہ بھی رخصت کر دیا
دولت کبھی کی لٹ گئی ، حشمت کبھی کی لٹ گئی
پردہ کے دم سے کچھ بھرم باقی رہا تھا قوم کا
موچھوں کو دے کر پیچ و خم بھرتے تھے چھیلا بنکے ہم
گھر میں ہو ٹوٹا ہے بھپٹا ، اس کا پتہ چلتا نہ تھا
دور حکومت مٹ مٹا ، وہ زور طاقت گھٹ گھٹا
اس ذلت و افلاس میں جو کچھ رہا اب وہ یہ تھا
راجوں کی جاں نور نظر ، شاہوں کے دل نور بصر
دو چار آنے آنے محنت مشقت کر کرا
صبر و رضا کے پاؤں سے شکر خدا کرتی ہوئی
تم دوڑ کر آگے بڑھیں ، چولھا تو اسیدھا کیا
جاڑے میں انگیٹھی سے گرمی میں پنکھے جھل جھلا
شوہر کو اور بچوں کو جب تم نے دیا کھانا کھلا
اس وقت بیٹھیں آپ تم ، سالن کو دیکھا تو وہ کم

کھائی ہتیلی پو پچھ کر اسطرح پیٹ اپنا بھرا
اب جس کو کہتے ہو بُرا اسطرح سے بر ملا
قانون قدرت تھا وہی وہ تھا خدائی فیصلہ
گرمی کے سخت ایام میں ہر کھاکی صبح شام میں
چولھے سے فارغ ہو گئے تم اٹھتی تھیں جب روٹی پکا
میلے کچیلے چیتھڑے ، گیلے پسینے میں بھرے
تھا ایک بچہ گود میں ۔ کندھے سے ایک چمٹا ہوا
دیکھا جنھوں نے یہ سماں ۔ گو آج وہ قبروں میں ہیں
لیکن ابھی یہ آسماں ، شاہد سروں پر ہے کھڑا
پھولوں کی نکہت تم میں تھی ، فطرت کی رنگت تم میں تھی
اور تھے فرشتے جھوم کر کہتے صد لسے مرحبا
وہ دور آخر ہو چکا ، جو ہر وہ ملیا میٹ ہوئے
لیکن نہیں تعلیم سے اسکو ہے مطلق واسطہ
تعلیم ! حکم عام ہے اسلام میں کچھ شک نہیں
لاریب اس میں امتیاز ہرگز نہیں ہے مرد کا
لیکن یہ لغزش ہو گئی ۔ بے شک ہوئی بیشک ہوئی
تعلیم نسواں میں مسلمانوں نے مذہب تج دیا
اب یہ نتیجہ پرخطر جو کچھ کہ ہے پیش نظر
انجام اس غفلت کا ہے لیکن ابھی ہے ابتدا

اسلام دین اللہ ہے آؤ جھکا دو اپنے سر
آتا ہے ورنہ وقت وہ رو گے سر پہ ہاتھ دھر

مظلوم حسینہ روضہ اقدس پر

دیار یثرب میں شام غربت سر حسینہ پر آ رہی تھی
زمیں پہ ہلکا سا تھا اندھیرا فلک پہ بدلی سی چھا رہی تھی
ہوا کے جھونکوں سے کپکپاتی قدم بڑھائے چلی بہن
کہ پہونچوں منزل پہ جلد جا کر کروں سوامی کے اپنے درشن
گڑے تھے کانٹوں سے پاؤں زخمی پھٹی ہوئی سر پہ ایک ردا تھی
مگر جمال نبی کے شیدا خیال محبوب میں فنا تھی
نہ دکھ کی پروا نہ سکھ کی خواہش نہ فکر سر تھا نہ ہوش جاں تھا
لگی تھی دل میں لگن لگی کی زبان پہ نام شہ زماں تھا
پڑے تھے صدمے کچھ اس غضب کے کہ زندگی تھی ہوئی اجیرن
دیئے تھے دنیا نے دھوکے یاں تک کہ دوست بھی ہو گئے تھے دشمن
محبت الفت کو طاق میں رکھ ہوا تھا بیزار باپ ایسا
کہ بات کرنے میں عار آئی نگاہ کرنا قسم ہوا تھا
پھر اس پہ سوتیلی ماں سے چلا کے نت نئے ظلم توڑتی وہ
گلاس توڑا صراحی پھوڑی یہ باتیں سب لے کے جوڑتی وہ
کبھی تھی تہمت کبھی تھا چھیڑ کبھی تھا الزام سرکشی کا
فریب تھا گر بچار ہو تا بنا بہت نہ سدا غشی کا
نہ چین جان کو نہ سکھ بدن کو نہ دل کو ٹھنڈک نہ منہ کو نوالا
نہ پاؤں جوتی نہ سر دوپٹہ نہ ہاتھ مہندی نہ تن کو کپڑا

رہی کو جاڑوں میں وہ پھڑکتی ہوا کو گرمی میں ترستی

یتیم نالے فلک پہ جاتے زہیر دل سے گھٹا برستی

عذاب ڈھاتی وہ بیرن امّا مگر ستمگر نہ پوچھتا کچھ

پڑے تھے آنکھوں پہ ایسے پردے کہ شکل کو نہ سوجھتا کچھ

ان ہی جھمیلوں میں پٹ پٹا کر غریب بچی ہوئی سیانی

ہوا لڑکپن جو دل سے رخصت بھری نگاہوں میں آ جوانی

مگر مصائب نے نزرت نہ ملی نہ لی پریشانیوں سے ہم کروٹ

مظالم جانگزا کا توسن اسی طرح اڑ رہا تھا سرپٹ

نکاح کا مرحلہ تھا ظاہر مجاز اس کی وہی تھائی

غضب غضب پر یہ اور ٹوٹا جوانی آفت یہ اور لائی

چچا کا لڑکا پڑھا نہ لکھا گنوں میں شیطان سے بھی بڑھ کر

اسی سے ظالم نے بات ٹھہرا وداع کی تاریخ کی مقرر

کرم کا سنتے یہ فیصلہ سن ہوئی کچھ حالت عجیب طاری

خدا کو ڈھونڈھا فلک کو دیکھا ادر ہا ملکے چیخ ماری

بدن میں ایک سنسنی سی آئی پچھاڑ کھا کر گری زمیں پر

عجب مگر تھا وہ باپ ظالم ہوا اثر کچھ نہ جس لعین پر

وفلکی دیوی رضا کی پتلی حیا کے معنی بتا رہی تھی

زبان خاموش ضبط دل کا عجیب منظر دکھا رہی تھی

نہ سر پہ بھائی د ماں کا سایہ نہ کوئی سنگھی نہ کوئی ساتھی

بتا گئی دلہن بے دلہن چلی پیا دیس چپ چپاتی

ہو ذلیل نندیں ذلیل شوہر نتیجہ بر کا تہا صاف روشن

پڑی تھی زخموں کی باڑ دل میں پھوکے ہر زخم کی تھی سوکن
غضب کا غصہ ستم کی خفگی بلا کے جھگڑے تھے کی باتیں
ادھر سے تھپیڑ اُدھر سے گھونسا کبھی تھی ٹھوکر کبھی تھیں لاتیں
وبال تھی زندگی اب ایسا کہ موت کی آرزو میں مرتی
نمازیں پڑھ پڑھ کے گود پھیلا وہ موت کی اب دعائیں کرتی
طلاق کیسی خلع کہاں کا نہ جب ہو وارث ہی کوئی سر پر
تھا ایک لے دے کے باپ بیشک سو وہ تھا سو دشمنوں سے بدتر
ہو مصائب میں اور اضافہ ادھر تو ایک سلو سورت آتی
ادھر سے جو آس تھی وہ ٹوٹی کہ باپ ظالم کو موت آئی
اندھیرے منہ کر کڑاکے جاڑے غریب چولھے میں جا کے مرتی
کہاں کا شکوہ گلہ کدھر کا وہ تحمل کرتی اور اف نہ کرتی
دلہن کی لونڈی میاں کی ماما وقر نہ تھا کچھ اور نہ تھی کچھ
کچھ ایسی تھی بدنصیب ہستی کہ آہ تک میں اثر نہ تھا کچھ
خدا کا کرنا ہوا یہ ایک دن کہ کی نویلی نے ایک دعوت
مگر یہ دعوت نہیں تھی دعوت حقیقتاً تھی کسی کی شامت
پکانے والا تھا کون بیٹھا وہی حسینہ غریب لونڈی
وہی تھی ماما وہی تھی چیری وہی ذلیل اور وہی گنونڈی
فجر کی اٹھی کھٹک میں مرتی پکا پکو کر جو کھانا لائی
نمک کی کثرت تھا شور دل میں ایک آفت ناگہانی
سنائی باتیں نصیحتیں کیں اٹھا کے سب منہ پہ مارے برتن
کھڑی تھی خاموش صحن میں وہ بی نہ ہلنے رتی بجا مانن

نشہ میں یہ ہوش شب کو شوہر گھسا تو آگے بڑھی نویلی
لگائیں ایک ایک کی چار اس سے کہا کہ بھوکی گئی سہیلی
رہی نہ ظالم کو تاب سنکر وہیں پکارا وہیں بلایا
اوٹھا کے مارا بہانے سے مارا غریب کو خون میں لٹایا
لگائی کنڈی طلاق دیکر کیا اسی دم نکال باہر
غریب بیکس یتیم تنہا پڑی ہوئی تھی غرض سڑک پر
ڈراونی رات سر پہ آدھی آٹا ہو خاک خون میں تن سب
صدا یہ دی دل سے نے حسینہ لٹری ہو سیدھی پہنچ تو یثرب
وہ سبز گنبد میں سونے والا علی پہ امت کے رونے والا
وہی ہے مولا وہی ہے آقا وہی ہے شوہر وہی دولہا ہے



بلا کی بجلی چمک رہی تھی غضب کا پانی برس رہا تھا
کہ روضۂ پاک کی زمین پر قدم حسینہ نے آگے رکھا
مزار اقدس کو بوسہ دیکر گری یہ کہتی ہوئی حسینہ
کہ اے شہنشاہ دین و دنیا فدا میں اے والی مدینہ
کرم کی مجھ پر نگاہ مولا بری کٹی زندگی ہے میری
گناہ کی گٹھری ہے سر پہ بھاری اگر ہے کچھ تقویت ہے تیری
اسی طرح روتی بلبلاتی زمیں پہ منہ رکھے سو گئی وہ
تھی ایسی محو یقین - بروگن کہ دور دنیا سے ہو گئی وہ
وہ خواب میں دیکھتی کیا ہے ایک فرشتہ کھڑا سرہانے یہ کہہ رہا ہے
کہ مرحبا آفرین حسینہ یہ خون جو زخموں سے بہ رہا ہے

بلا دے اس نے عرش و کرسی ملائک آنکھوں سے مل رہے ہیں
یہ خون نہیں نیکیوں کے چشمے بدن سے تیرے ابل رہے ہیں
تم ہی سے روشن ہے بزم احمد رکھی محمد کی لاج تم نے
مٹا کے دنیا میں اپنی ہستی کیا خدائی ہیں ساج تم نے

سرخاب کا دم واپسیں

(۱)

کہیں ریگ برہم پتھر پر ایک جا
نشیمن تھا چھوٹا سا سرخاب کا

گزرے بہت دور انسان کے
نر و مادہ دونوں وہاں رہتے تھے

خوشی اس نشیمن پہ قربان تھی
یہ کٹیا مسرت کی ایک کان تھی

پرستش میں تھی نر کے مادہ اگر
تو قربان سو جان سے اس پہ نر

نشہ میں محبت کے سرشار تھے
کہ مونس تھے آپس میں غمخوار تھے

مسرت کی نخوت میں اینٹھا ہوا
یہ جوڑا تھا انڈوں پہ بیٹھا ہوا

امیدوں سے دل انکے آباد تھے
کہ بے فکر و خورسند تھے شاد تھے

یہ موسم تھا جیٹھ اور بیساکھ کا
برستا تھا مینہ ریت اور خاک کا

وہ لوؤں کا جھکڑ جو چلنے لگا
تو پانی بھی دریا سے بدلنے لگا

کنارے پہ دریا کے یہ حال تھا
کہ کیچڑ تھی خشکی تھی یا ریت تھا

ترقی میں گرمی برابر رہی
نہ پانی رہا اور نہ کیچڑ رہی

برہم پتھر چٹیل سا میدان بنا
ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا

کہیں کچھ عجب دن پرندوں پہ تھے
گرانکے فاقے پرندوں پہ تھے

کنارے پہ گھونگے نہ دریا میں جل | مگر مچھلیاں باہر آئیں نکل
نہ پانی رہا اور نہ دانہ رہا | فقط زندگی ایک بہانہ رہا
جب آنکھوں میں دونوں کا دم آگیا | تو مادہ نے رو کر یہ نر سے کہا
کبھی ایسی ایذا اٹھائی نہیں | مناسب ہو آقا تو چلئے کہیں
چگیں دانہ دنکا چلیں ادھر یں | کسی طرح سے پیٹ آخر بھریں

(۳)

سُنا جب یہ نر نے تو آگے بڑھا | پروں پہ رکھا اس کے منہ، اور کہا
رسیلی یہ آنکھیں چمکدار سر | یہ نازک کمر اور رنگین پر
زمرد ہے، پکھراج و نیلم ہے تو | نشیمن کی ملکہ ہے بیگم ہے تو
ہے مالک میرے دین و ایمان کی | میرے جسم کی دل کی اور جان کی
غلامی کا اقرار جب کر چکا | کروں اب میں انکار ہستی ہے کیا
مگر مجھکو کہنی بس ایک بات ہے | کہ معصوم بچوں کا بھی ساتھ ہے
یہ ننھی سی جان اور چھوٹے سے پر | کرینگے بھلا کیونکر طے یہ سفر
یہاں چھوڑیں ایسے دیوانے نہیں | کہ پائے ہیں، پیاری، سیانے نہیں
ملا انکو دیں کیونکہ ہم خاک میں | کہ دشمن ہیں چاروں طرف تاک میں
کلیجے کے ٹکڑے ہیں دونوں میرے | حوالہ کیا آج ان کو تیرے
لگاؤں گو سینہ سے اور شکر کر | کرم پہ خدا کے رکھ اپنی نظر
تجھے گھر سے باہر کروں، خود رہوں | تو بہتر ہے میں چوڑیاں پہن لوں
بڑا دھان کا کھیت اس پار ہے | ملا وہ تو بیڑا ابھی پار ہے
وگرنہ یہ ملک ہے خدا کا بڑا | جدھر منہ اٹھا بس اُدھر میں چلا
اجازت دے اب دل پریشان ہے | خدا تیرا حافظ، نگہبان ہے

(۳)

یہ مادہ نے تقریر جس دم سُنی — قدم پر گری اور رونے لگی
کہا اس کا شاہد ہے میرا خدا — میرا اس سے مطلب یہ ہرگز نہ تھا
وہ اٹھ اٹھ کے قدموں پہ گرتی رہی — جو ممکن تھا اصرار کرتی رہی
نہ راضی ہوا جب کسی طرح نر — تو کہنے لگی اس سے باچشم تر
کنیز ہوں، نہ آقا مجھے بھولنا — میرا معاف کرنا کہا اور سُنا

(۴)

گلے سے لگا اسکو بچوں سے مل — اڑا وہاں سے افسردہ و مضمحل
لئے ساتھ حسرت کو ارمان کو — چلا چل چلا چل ہوا بارہ وہ
لگا تاک سیدھا وہ یکلخت اُڑا — مقدر نے پر یہاں بھی دھوکا دیا
جسے کھیت سمجھا بیابان تھا — جسے وہاں جانا، وہ میدان تھا
لگا جب نہ خوراک کا یہاں پتہ — تو مجبور لاچار آگے بڑھا
نظر ایک جا آئے چاول پڑے — گرا تو لِل کر پر، کہنے کر اڑے
مگر وہاں شکاری تھا اک تاک میں — بچھا دانہ بیٹھا تھا وہ خاک میں
لیا کھینچ بل، اور دئے توڑ پر — مقید کیا جال میں ڈال کر
لگا کرنے گاہک کا پھر انتظار — کہ مدت کے بعد ایسا آیا شکار
نصیبہ نے عرصہ میں کی یاوری — کہ گھر بیٹھے دولت خدا نے یہ دی

(۵)

گیا دن گذر جب چھپا آفتاب — تو مادہ کا بڑھنے لگا اضطراب
غضب یہ غضب ایک اور یہ ہوا — گرا دھٹی پہاڑوں سے کالی گھٹا
لگی سے کہنے سو اسب مجھے کیا ہوا — یہ سینہ میں دل کیوں دھڑکنے لگا

گروں گیا، کدھر جاؤں، دیکھوں کہاں
میں اب کس سے پوچھوں میرا پی کہاں
مرا یا کہ زندہ پھنسا جال میں
یقیناً یہ کالا ہے کچھ دال میں
یہ دھوئتاں پانی، کڑک کا یہ زور
یہ بجلی یہ بادل، ہوا کا یہ شور
یہ پڑنے لگا اونے بھی سے آج کیا
سوامی نگہبان تیرا خدا

(۶)

پروں میں لئے دونوں بچوں کو تھی
مگر مضطرب اور حیران سی
یکایک جو کچھ جی میں آیا خیال
تو گردن کو اندر سے باہر نکال
لگی دیکھنے ہر طرف غور سے
کہ اڑنے کو شاید کوئی رہ ملے
غضب کا اندھیرا تھا چھایا ہوا
نہ تھا ہاتھ کو ہاتھ تک سوجھتا
قیامت کا پانی، غضب کی کڑک
دہل جائے دل جس سے ایسی چمک
نہ کچھ نیند تھی اور نہ کچھ بھوک تھی
سوامی کے درشن کی ایک ہوک تھی
یکایک یہ دی دل نے اسکو صدا
نشیمن میں بیٹھی ہے خاموش کیا
اندھیرے اجالے ہوئے جائینگے
یہ دنیا کے جھگڑے سبھی جائینگے
محبت کی منزل میں ہر ہر قدم
مکمل مصیبت ہو یا بیش و کم
حقیقت تو یہ ہے کہ راحت ہی یہ
جو آفت بھی آئے تو نعمت ہے یہ
اگر یہ بھی احساس کا بیکا ہوا
تو پھر زندگی کا رہا کیا مزا
اذیت بھی اس راہ میں ہی بھلی
اگر موت آئے، تو ہے زندگی
یہ کہہ منہ پہ بچوں کو بوسہ دیا
کہا ان سے اتنا کہ، حافظ خدا

(۷)

فضا میں جو نکلی تو گھپ گھاپ تھا
اور ابر سیاہ سر پہ چھایا ہوا
بھٹکتی پھری ہر طرف باوفا
کہ شاید نشاں پائے محبوب کا

گئی رات اتنے میں آدھی گذر — یہاں تک کہ آ پہنچا پچھلا پہر
ہوئی تھک کے چور اور کہنے لگی — مدد یا علی یا علی یا علی
بری کی ستائی ہوئی لاچار ہوں — بڑی قید غم میں گرفتار ہوں
ملا دے کوئی مجھ سے پیتم میرا — بھلا اسکا ہو دے بھلا ہو بھلا
کلیجہ میں تھی کھلبلی سی مچی — اور اک آگ اندر تھی سلگی ہوئی
بچھونوں میں مخلوق سوئی ہوئی — کوئی مطمئن کوئی روئی ہوئی
پرند آشیانوں میں دبکے ہوئے — وہ سوکھے ہوئے یا کہ بھیگے ہوئے
غرض ہر طرف عالم خواب تھا — اور اک نیند کا جال بچھا ہوا
گھڑی وہ کہ سنسار بیہوش ہے — سماں وہ کہ جو شئے ہے خاموش ہے
یہ شیشم سے گونجی یکایک صدا — کہ اے سونے والو بتاؤ ذرا
کہیں میرا محبوب دیکھا ہو گر — تو للہ دو مجھکو اس کی خبر
ہوا نے نہ کی ختم تھی یہ صدا — کہ نالہ بلند ایک گھر سے ہوا
خبردار ہشیار اے نازنین — نہ پھنس جائیو جال میں تو کہیں
مقدر کا مارا گرفتار ہوں — میں مجبور و معذور و لاچار ہوں
مگر تجھ سے غافل نہیں ایکدم — کروں کیا کہ ٹوٹا ہے مجھ پر ستم
میں گو دور تجھ سے پڑا ہوں یہاں — مگر تن یہاں ہے تو ہے تجھ میں جان
کیا ہے مقدر نے سامان اور — گھڑی دو گھڑی کا ہوں مہمان اور
تجھے تیرے بچوں کو دنیا نصیب — بحق رسول و طفیل حبیب
صبح ذبح ہوں گا یہ طے ہو چکا — تو رخصت ہم پیاری ہوا جو ہوا
یہ اونچا سا ہے سامنے جو مکان — کسی کی ہے دعوت، صبح کل وہاں
کڑھا پیا جی مت، میں قربان ہوا — تو زندہ رہے، تیرا صدقہ گیا

(۸)

ہوئی ختم فریاد بزکی ادھر — نمودار ادھر سے ہوئی وہاں سحر

خوشی سے خریدار ہنستا ہوا — پکڑ ذبح کرنے اسے لے چلا

نکالی چھری اس نے ایک آب دار — غضب اسکا پلڑا ستم اسکی دہار

پکڑ اس کی گردن کو مٹھی میں لے — کیا قصد جوں ہی کہ ذبح کرے

صدا کان میں آئی او خوش سیر — خدا کا تجھے واسطہ رحم کر

تجھے قتل یوں جس کا مرغوب ہے — ارے سنگدل میرا محبوب ہے

میں نسبل ہوں ظالم دعا میری لے — بچا ہیوگی سکے بچے داغ سے

یہ مجبور ہے اور تو با اختیار — جزا اسکی دے، تجھکو پروردگار

کرم کر، کرے رحم تجھ پر کریم — نہ کردو لوں بچوں کو میرے یتیم

تجھے اپنی اولاد کا واسطہ — چھری کی نہ تو دھار ہمکو دکھا

نظر کی جو اوپر خریدار نے — تو دیکھا کہ مادہ کی فریاد ہے

بلکتی ہوئی اور پھڑکتی ہوئی — نکلتی ہے چکر تڑپتی ہوئی

دیا ساری دنیا کا گو واسطہ — نہ ظالم کو آیا رحم پر ذرا

نہ تاخیر بالکل بھی ذبح میں کی — ہنسا اور ہنسکر چھری پھیر دی

تللی ادھر خون کی جیب بھی — تو مادہ یہ کہتی ہوئی گر پڑی

میں قربان اس خون کے صدقے — نثار اس کے جو مجھ پر قربان ہوا

ارے اے بھائی انسان سے رحم کر — خدا کے لئے اب مجھے ذبح کر

ستمگار نے خوش خوش اسکو لیا — لیا اور لے کر ذبح کر دیا

لگی کہنے مادہ دم واپسیں — کہ اے مرد بچوں تمہیں آفریں

نہ ہو دل پہ مطلق تمہارے اثر — بلا سے ہو برباد عورت اگر

میری طرح لاکھوں ہیں مائیاں | میٹین اور نہ تیوری پہ بل لائیاں
کہاں تک یہ نفسانیت کب تلک | ڈرو رنگ لائیگا ایک دن فلک

بہار چمن سب یہ جانے کو ہے
خزاں اس میں ایک روز آنیکو ہے

مسلمانوں سے

تربیت گاہ بنات کی سواری کے واسطے امدادی جلسہ
میں پڑھنے کے لئے

ہمارا منہ کہاں ہمکو میسر ایسی ساعت ہو | عزیزوں کا یہ مجمع ہو بزرگوں کی یہ صحبت ہو
اب آئے ہو تو سناؤ داستاں کچھ دردمندوں کی | تکدر ہو مسرت ہو خوشی ہو یا کہ زحمت ہو
یہ جگ بیتی نہیں ہے داستاں اپنی ہی بیتی ہے | بزرگوں درگذر کرنا اگر شکوہ شکایت ہو
تم ہی سے گر نہ روئیں ہم تو یہ دکھڑا کہاں روئیں | تم ہی کھیوا ہو کشتی کے تم ہی مذہب کی آیت ہو
تم ہی سے نام ہے صل علے زندہ محمدؐ کا | تم ہی اسلام کے حامی تم ہی اسکی عبادت ہو
تم ہی سے مسجدیں آباد جاری خانقاہیں ہیں | تم ہی ہو غنچہ اسلام کی وجہ مسرت ہو
تم ہی سے علم دین روشن تم ہی مدرسے جاری | خدا رکھے تمہیں اسلام کے تم ابر رحمت ہو
اب اس کے بعد کہنا ہے جو کچھ وہ نفس مطلب ہے | کریں کچھ عرض خدمت میں اگر ہمکو اجازت ہو

ہمیں معلوم ہے الحق مگر کیا کریں لیکن | زبان روکیں کہاں تک جبکہ اظہار حقیقت ہو
محبت کے مدارج جسقدر ہیں ختم لڑکوں پر | تواضع ہو کہ خاطر ہو مدارات ہو کہ دعوت ہو
زکواۃ و صدقہ و خیرات جو کچھ ہے وہ مردوں کو | نہ اسکی مستحق لڑکی نہ دعویدار عورت ہو

محدث ہوں تو ارشاد کے ہوں جو قاری ہوں تو لہجے کے ہوں — ہیں تا زندگی معلق نہ انکی کچھ ضرورت ہو
یہی عہد رسالت میں بھی تہا عورت کیا پڑھا — جواب ایمان سے دینا اگر دل میں صداقت ہو
چلو ایک بات بتلاؤ۔ حدیث ہے کیسے پایہ کی — مسلمانوں کی اماں عائشہ سے جو روایت ہو
زبان پاک سے کس کی صدا گونجی یہ دنیا میں — حصول علم بیشک فرض ہے مرد ہو کہ عورت ہو
ہٹو جو وہ صدی پیچھے در و اسیر اسلام اسیر — مقدس جس کی ذات پاک پر ختم نبوت ہو
ادھر ہیں لوگ اس ذہن میں مٹا دیں دین احمد کو — ادھر تکمیل دین ہو ادھر آنحضرت کی رحلت ہو
مسائل ہیں جو لاینحل کرے اب کون انکو حل — عمر خاموش و ساکت ہوں خلافت محو حیرت ہو
خدا کی شان ہے مردوں کی عقلیں ہوں جہاں ساکت — وہاں پتھر کو پانی کرنیوالی ایک عورت ہو
کہو سچ ہے غلط! صدیق کی بیٹی وہ صدیقہ — مسلمانوں کی ماں مردوں پہ بھی جسکی فضیلت ہو
خدا اسکا رسول اسکا حدیث اسکی قرآن اسکا — کلام پاک جسکی پاکبازی پر شہادت ہو
خدا کی شان ہمارے علم کو اب تم گنت سمجھو — بلا سے قوم ہو برباد نکبت ہو کہ ذلت ہو
ہماری گود سے کافر نہ لوگے تو پھر کیا لوگے — ہمیں کو نام سے اسلام کے جنکو وحشت ہو
کوئی دنیا میں ایسی قوم زندہ ہو تو بتلا دو — جسے تعلیم سے نسواں کی اس درجہ نفرت ہو
تم امت مانتا چلن یہ ہیں دنیا میں مٹنے کے — میسر آج خواہ کتنی ہی دولت ہو کہ ثروت ہو
یہی رفتار ہے تعلیم نسواں کی تو لکھ رکھو — ہنر لاکھ ہو موجود کیسی ہی امارت ہو
وہ بچے ہونگے پیدا جو خدا سے دور بھاگیں گے — جنہیں اسلام سے نفرت جنہیں کلمہ سے وحشت ہو
خدارا عفو کردینا یہ شکوہ گر گراں گذرے — نہیں اسلام کا شیوہ کہ دل میں کچھ کدورت ہو
یہ سب تمہید تھی اب اسکے بعد ایک التجا بھی ہے — جو رد کردو تو مالک ہو قبول ہو گر عنایت ہو

تصدق اپنے بچوں کا ادھر بھی ایک نظر ڈالو — ہماری بھی تمھاسن لو اگر دم بھر کی فرصت ہو
جگر کے پار ہونگے اب وہ نالے لب پہ آتے ہیں — ہلا دینگے کلیجہ دل میں گر کچھ بھی حرارت ہو

تمہیں دنیا کی خوشیاں عیش جلسے سب مبارک ہوں — میسر دن آرام ہو آسائش ہو راحت ہو

تمہاری مشکلیں آساں تمہاری خواہشیں پوری — الگ ہو درد و غم اور دور تم سے رنج و کلفت ہو

مگر از راہ شفقت ایک بات ہمکو بھی بتلا دو — خدا کا شکر و احسان صاحب عقل و فراست ہو

شریک کلمہ توحید ہو محسن ہو بھائی ہو — ہم ہیں جس کے نام شیدا اسی کی تم بھی امت ہو

مسلماں لڑکیاں اغیار میں تعلیم کو جائیں — جہاں تبدیل مذہب انھیں کی دن رات عزت ہو

ملیں کھانے کو مچھلی گوشت انڈے بسکٹ روزانہ — تو پینے کو انھیں لیمن ہو سوڈا برف شربت ہو

کبھی انعام میں جا تو کبھی صندوقچیاں رنگیں — کھلونا ہو کبھی اعلیٰ تو کاپی خوبصورت ہو

یہ سب کچھ کس کے لئے اسواسطے اور اس لئے بیشک — کہ مذہب کی ہر ایک ممکن طریقہ سے اشاعت ہو

گذرتی ہے جو کچھ اسلام پر العظمت للہ — ادھر آؤ کبھی دیکھو اگر تھوڑی سی مہلت ہو

وہ دردانگیز منظر ہے کہ ٹکڑے دل کے اڑ جائیں — اگر رکھیں مسلمان اور تھوڑی سی حمیت ہو

قضا صبح میں جسدم مؤذن کی اذان گونجے — گھروں میں کلمہ اقدس مساجد میں اقامت ہو

یہ تھرانے کی باتیں ہیں کہ ایسی نور کی ساعت — مسلماں بچوں کے منہ پر یوحنا کی آیت ہو

یہ گوناگوں تماشے روز و شب دنیا دکھاتی ہے — تامل سے اگر دیکھو اگر چشم بصیرت ہو

یہ کیسا وقت نازک ہے بتاؤ اے مسلمانوں — ہمارا دین رخصت پردہ ناموس غارت ہو

ہم اپنے ہاتھ سے اسلام کے جوہر فنا کردیں — ہمارا رنگ آزادی ہو پر وہ ہمسے الفت ہو

غضب ہے لینے والے نام احمد کے ہوں یوں رسوا — نہ شکلوں پر ہو نور انکے نہ چہرہ دل پہ ذلت برسا ہو

بھرا دل ہے پڑا الجھو ئیں کہاں تک ہائے یہ قصہ — اٹھا لے اب خدا ہمکو کہ اس جھگڑے سے فرصت ہو

دکھائیں اپنی حالت اب اگر دیکھو توجہ سے — سنائیں درد دل اپنا اگر سننے کی طاقت ہو

ہماری تربیت گاہ بنات اور بورڈنگ اسکا — کہ جسکے آج لے احباب تم سب زیب و زینت ہو

تمام ہندوستان میں ایک اکیلی انسٹیٹیوشن ہے — مسلمان بچیوں کی ہر طرح جس میں حفاظت ہو

خدا کے نام کو سمجھیں پڑھیں لکھیں ہنر سیکھیں
نہ ہو نام ہی مسلمان دلمیں ہی کچھ اسکی عظمت ہو

پتہ دیتی ہے کچھ اسے قوم مستقبل کا یہ کوشش
خدا کا فضل گر شامل ہو اور تیری اعانت ہو

قریب آئی ہے وہ ساعت نہیں میں دیکھ وہ دن
کہ ہر بچی یہاں کی فخر دیں ہو فخر ملت ہو

مگر درکار ہے اسے قوم کچھ احساس خود داری
اگر پہلو میں دل ہو اور دل میں کچھ حمیت ہو

مدارس ہوں جو غیر دنکے وہاں گاڑی بھی ڈولی بھی
نہیں آنا پڑے پیدل بخار ہو یا حرارت ہو

رکے آنے سے بچی اس لئے یاں پر محلہ کی
کہ چھوٹے چھوٹے پاؤں کس طرح طے یہ مسافت ہو

بہت سی بچیاں محروم ہیں فیضان سے اسکے
کریں کیا کیونکر آئیں جب نہ اتنی استطاعت ہو

ہماری ناؤ کر دو پار ہے منجدھار میں اٹکی
کہ ہم پردہ نشیں ہیں اور تم مردوں کی صورت ہو

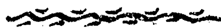
ہمیں دے دو اگر گاڑی تو کیا اسمیں کلام ہے کچھ
کہ پڑھ کر اس سے قرآں کی بھلا کیا اور خدمت ہو

ہمارے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہمارے ننھے ننھے دل
کہ جس میں شکر کی طاقت ہے نہ بدلہ کی قدرت ہو

کسی قابل نہیں لیکن دعائیں دینگے ہم کو یہ
ترقی مال و دولت میں ہو اور عمر و دین برکت ہو

دعائیں ہوں تو جلدی بن سکے اللہ کے بندو
دعا دو ایک گھوڑا ایک گاڑی جس کی قیمت ہو

خدا بچوں کو عمر دے تو برکت ہو کمائی میں
ہمارا حق جو ہو اسمیں وہ ہمکو بھی عنایت ہو



مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
کی لکھی ہوئی زنانہ تعلیم کی
کتابیں

بیوی کی تعلیم

یہ کتاب پانچ دفعہ چھپی ہے۔ ضخامت ۲۱۶ صفحے ہیں، یہ انیس ۱۹ سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم کے لکھ کر بھیجے تھے ان اسباق میں خانہ داری کی وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہندو مسلم عورتیں صرف یہ ایک کتاب پڑھ کر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہیں اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے ان کو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہیں چند سبقوں کے عنوان ہیں، دین، تعلیم و تربیت، دمڑی ناک، میاں، بیوی، بچے، اوپری خلل، بیاہ، شادی، غمی، نذر، نیاز، لباس، مکان، کھانا، پینا، کئی بیویاں، عرس محرم، مسلم لیگ، کانگریس، یہی وہ کتاب ہے، جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں، جو اس کتاب کے ساتھ شایع ہوئے ہیں، سب نے تسلیم کر لیا ہے، کہ عورتوں کے لیے یہ اکیلی کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے، ہندوستانی گھر میں خواہ وہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے، یہ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکوٰۃ کے روپیے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہیے، کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو آسانی کے ساتھ گھر چلانا آجائے گا شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کے اصلاح کرنے کا شوق پیدا ہو جائے گا، جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنا چاہیے، قیمت عہ

بیوی کی تربیت

ضخامت ۱۲۸ صفحے، کاغذ درمیانہ، لکھائی چھپائی صاف، اس میں مختلف لوگوں کے بیان ہیں مصنف کی بیوی خواجہ بانو

صاحبہ نے حسب ذیل سولہ سوالات اخبارات میں شائع کرائے تھے ۔ مشہور عورتوں نے ان کے جوابات لکھے ہیں ، وہ سب اس کے اندر ہیں ، وہ سوالات یہ ہیں ،

(۱) بچوں کو دینی تعلیم کیونکر دینی چاہیئے (۲) بچیوں کی تعلیم و تربیت کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے ، (۳) شادی و غمی کی فضول خرچیاں کس طرح دور ہو سکتی ہیں (۴) میاں بیوی میں محبت و سلوک قائم رکھنے کی کیا تدبیر ہے (۵) بعض مرد اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں مستورات اپنی ہم جنس بہن کو کیونکر مدد کر سکتی ہیں (۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ قابل اصلاح ہے یا نہیں (۷) نئی روشنی کی تقلید میں ترقی کرنی چاہیئے یا پرانے دستور کی پیروی میں (۸) اسکولوں میں بھیجکر لڑکیوں کو تعلیم دلوانا کیسا ہے (۹) نئے اصول کے موافق عورتوں کو تیمارداری کیونکر سکھائی جائے (۱۰) مختلف صوبوں کی عورتیں آپس میں اتحاد کس طریقہ سے پیدا کریں ، (۱۱) اخباروں میں مضامین لکھنا ، زنانہ جلسوں میں تقریریں کرنا عورتوں کو کیونکر سکھایا جائے (۱۲) اگر ہندوستان کو خود مختاری کی حکومت ملجائے تو عورتوں کا حصہ اس میں کیا حصہ ہونا چاہیئے ، (۱۳) غریب اور محتاج لڑکیوں کی تعلیم کا کیا بندوبست مناسب ہوگا (۱۴) عورتوں کی جبریہ تعلیم ہونی چاہیئے یا نہیں ، (۱۵) مسلمان عورتوں کا قومی لباس کیا ہونا چاہیئے ، (۱۶) حفظان صحت کے اصول میں عورتوں کو کیا کیا کام کرنے لازمی ہیں

جوابات لکھنے والیاں یہ ہیں :-

بنت نواب فضل اللہ خاں ، اہلیہ نواب محمد اسمعیل خاں ، اہلیہ مولوی بشیر الدین احمد اہلیہ سید ہمایوں مرزا بیرسٹر ، ا ح ، صاحبہ ، ک ، ف ، صاحبہ ، ام کاظم صاحبہ ، بی ، جے بیگم ن ، ان ، بی صاحبہ ، ایس ، بی صاحبہ ، ممتاز صاحبہ ، مسز محمد واحد شریف ، شاہجہاں عارف صاحبہ ، والدہ صاحبہ مشتاق ، مس نظیر صاحبہ ، ش ، ز ، صاحبہ ۔ فاطمہ صدیقہ صاحبہ نظامی والی ریاست مانا وادر کاٹھیاواڑ ، قیمت صرف (ایک روپیہ) عہ

ملنے کا پتہ

مینجر حمیدیہ پریس دہلی